AL-‘MUSLIM https://almuslim.pk/about-the-journal

(July-Dec 2024), 1:1(1-16)

اسلام کا قانون دعوت و ارشاد: ایک تحقیقی جائزہ

Islamic Principles of Preaching and Guidance

Habibullah Chishti (PhD)
Associate Professor, Chairman Islamic Studies,
Govt. Model Post Graduate Collage,
H-8, Islamabad

Keywords: Islamic Principles of preaching, justice, equality, faith, humanity

Habibullah Chishti, (2024). Islamic Principles of preaching and guidance, Al-‘Muslim Research Journal of Islamic Social Sciences, 1(1)

***Abstract:** Islam is a religion of humanity. It teaches us how to preach others and how to invite them to faith. Islam has certain principals to teach those people who don’t know enough about it or who are in the state of misunderstanding about it. Islam has an admirable set of principles to convince the non-believers to embrace Islamic faith. Islam is founded on principles that are essential for invitation and guidance. Some key fundamental aspects of these principles are being discussed in this article like Taw hid, Prophet Hood, self and collective accountability, mercy and compassion, universal Values such as justice, equality, and peace. These values are integral to the invitation to Islam, aiming to create a just and harmonious society. By adhering to these principles, Islam presents itself as a religion that transcends individual or group identities, offering guidance and invitation to all of humanity. Its principles of invitation and guidance are rooted in universality and aim to encompass the entirety of human existence. These are the key points of this research article.*

Corresponding author: habibullahchishti@gmail.com

C

Content from this work is copyrighted by *Al-‘Muslim Journal of Social Sciences*, which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited in the form of a proper scientific referencing.

دعوت وارشاد سے مراد لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا ہے اور جن لوگوں تک اسلام کی دعوت نہیں پہنچی یا جو اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا شکار ہیں ان کے شکوک و شبہات کا ازالہ کر کے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا ہے اور ہر بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم گامزن کرنا ہے ویسے تو ہر مذہب، تہذیب یا جماعت چاہے گی کہ لوگ اس کی دعوت کو قبول کریں اور ان کے ہم خیال اور ہم مشرب بن جائیں۔ لیکن اگر وہ مذہب، تہذیب یا جماعت چاہے گی کہ لوگ اس کی دعوت کو قبول کریں اور ان کے ہم خیال اور ہم مشرب بن جائیں۔ لیکن اگر وہ مذہب یا تہذیب ہو ہی کسی خاندان کا مذہب یا کسی مخصوص قوم کی تہذیب تو اس میں وسعت کہاں سے آئے گی؟ اور وہ مذہب پوری انسانیت کا مذہب کیسے قرار پائے گا اور اس کے اصول دعوت وارشاد میں وہ آفاقیت کہاں سے آئے گی کہ وہ پوری انسانیت تک محیط ہو جائے؟ اسلام یہودیت و نصرانیت کی طرح کسی مخصوص خاندان کا مذہب نہیں ہے نہ ہی یہ مذہبی مقامات کو کسی طبقے یا گروہ کے ساتھ خاص کرتا ہے۔ جیسے مذہبی قیادت کو برہمن یا عملیو کے ساتھ خاص کر دیا گیا تھا۔ اسلام کا تو نام ہی بتاتا ہے کہ یہ کسی مخصوص گروہ کا مذہب نہیں بلکہ پوری انسانیت کا مذہب ہے اسی لیے اس کا نام کسی فرد کی نسبت سے یہودیت، نصرانیت یا بدھ مت کی طرح نہیں ہے بلکہ اسلام ہے۔ یعنی اس کا تشخص کوئی فرد یا علاقہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے۔ اس لیے اس کے دعوت وارشاد کے اصول بھی آفاقی اور عالمگیر ہیں۔ اسلام جن اصولوں پر دعوت وارشاد کی بنیاد رکھتا ہے ان کی چند کلیدی اور بنیادی جہتیں مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ اسلام دین انسانیت

اسلام کے اصول دعوت وارشاد کی آفاقیت اور ہمہ گیریت کو سمجھنے کے لیے اس بات کو سمجھنا بہت ضروری ہے کہ اسلام کے علاوہ جو دیگر مذاہب ہیں۔ وہ پوری انسانیت کے مذہب نہیں تھے بلکہ کسی خاص قوم یا قبیلے کے مذہب تھے۔ یا تو ان کے نزدیک حق ایک پیدائشی چیز تھا جو کسی کو پیدائش کے وقت تو مل سکتا تھا بعد میں نہیں یا ان کے نزدیک حق اتنا مقدس تھا کہ دوسرے لوگ اس کے حامل نہیں تھے اس لیے وہ مذاہب اپنی اصلیت اور فطرت کے اعتبار سے دعوتی یا تبلیغی نہیں تھے۔ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

بعثت نبوی کے وقت دنیا میں دو قسم کے مذہب تھے۔ دو ایسے تھے جو تبلیغی تھے یعنی عیسائیت اور بدھ مت۔ باقی زیادہ تر ایسے ہی تھے جو تبلیغی نہیں۔ جیسے یہودیت، مجوسیت، ہندویت جو دو تبلیغی سمجھے جاتے تھے ان کی نسبت یہ فیصلہ مشکوک ہے کہ آیا یہ تبلیغ ان کے اصل مذہب کا حکم تھا یا بعد کے پیروکاروں کا عمل ہے کیونکہ ان کے مذہبی صحیفوں میں اس تعمیم دعوت کی کھلی ہوئی ہدایتیں اور ان کے بانیوں کی زندگی میں اس کی عملی مثالیں نہیں ملتیں۔ تمام مذاہب میں صرف اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے تبلیغ کی اہمیت کو سمجھا اور اس کے متعلق اپنے صحیفہ میں کھلے احکام دیئے اور اس کے داعی و حامل علیہ السلام نے اپنی زندگی میں اس کی عملی مثالیں پیش کیں۔[1]

ا۔ علامہ سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ (لاہور: اردو بازار، مکتبہ مدنیہ، س ن)، ۴: ۱۸۴۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات شاہد ہیں کہ آپ نے اپنی دعوتی اور تبلیغی سرگرمیوں کو صرف بنی اسرائیل تک محدود رکھا۔ قرآن مجید میں آپ کے متعلق فرمایا گیا:

وَرَسُوْلاً اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ[2]

اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔

انجیل کی یہ آیات ملاحظہ ہوں:

پھر یسوع وہاں سے نکل کر صور اور صیدا کے علاقے کو روانہ ہوا اور دیکھو ایک کنعانی عورت ان سرحدوں سے نکلی اور پکار کر کہنے لگی۔ اے خداوند ابن داؤد مجھ پر رحم کر۔ ایک بدروح میری بیٹی کو بہت ستاتی ہے مگر اس نے اسے کوئی جواب نہ دیا اور اس کے شاگردوں نے پاس آ کر اس سے یہ عرض کی کہ اسے رخصت کر دے کیونکہ وہ ہمارے پیچھے چلاتی ہے اس نے جواب میں کہا میں صرف اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔[3]

یہ آیات بھی ملاحظہ ہوں:

ان بارہ کو یوسع نے بھیجا اور ان کو حکم دے کر کہا۔ غیر قوموں کی طرف نہ جانا۔ بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔[4]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سب انسانوں کے لیے نہیں تھی بلکہ صرف بنی اسرائیل کے لیے تھی۔ قرآن مجید ہر نبی کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ ضرور واضح فرمایا گیا کہ ہم نے انہیں ان کی قوم کی طرف بھیجا جیسے ارشاد ہوا:

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا[5]

اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کی قوم کے ایک فرد صالح کو بھیجا۔

نیز فرمایا:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ[6]

اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔

جبکہ قرآن و سنت میں یہ صراحت فرمادی گئی ہے کہ رسول کریم ﷺ کی بعثت قیامت تک آنے والی پوری انسانیت کی طرف ہے بلکہ آپ کی رسالت کا دائرہ تو پوری مخلوق کو محیط ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں ہے کہ آپ کی دعوت میں عملی حیثیت سے ایک تدریج تھی پہلے اقربین کو انذار کا حکم دیا گیا۔[7]

2۔ القرآن، ۳:۴۹۔
3۔ **انجیل متی** (انارکلی، لاہور: پاکستان بائبل سوسائٹی، س ن)، ۱۵:۲۱تا۲۴۔
4۔ نفس مصدر، ۱۰:۶تا۷۔
5۔ القرآن، ۸:۷۳۔
6۔ القرآن، ۸:۵۹۔
7۔ القرآن، ۲۶:۲۱۴۔

پھر دعوت کا دائرہ مکہ اور حوالی مکہ تک وسیع ہوا۔ لتنذر القریٰ و من حولها۔ (الانعام: ۹۲) تاکہ آپ ام القریٰ اور اس کے ارد گرد والوں کو ڈرائیں۔ یہ تدریج دعوتی حکمت عملی تھی۔ ورنہ آپ کی رسالت کا دائرہ تو پوری انسانیت بلکہ پوری مخلوق تک محیط ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا[8]

وہ ذات بڑی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا تاکہ وہ سارے جہانوں کو ڈرانے والا بن جائے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ[9]

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

نیز فرمایا:

قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا[10]

آپ فرما دیجیے کہ اے لوگو! میں تم تمام کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہو۔

اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً[11]

مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

ان شواہد سے واضح ہے کہ رسول کریم ﷺ کا دائرہ نبوت کسی ایک قوم یا قبیلے تک محدود نہیں ہے بلکہ آپ قیامت تک آنے والے سب انسانوں کے لیے رسول ہیں۔ اس لیے اسلامی قانون دعوت وارشاد کی پہلی شق یہ ہے کہ ہدایت کسی مخصوص قوم یا قبیلے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ نہ ہی اس کا تعلق کسی رنگ، نسل یا زبان کے ساتھ ہے۔ بلکہ اسلامی دعوت کا مخاطب ہر انسان ہے۔ یہود کے گروہی تفاخر کا ردّ کرتے ہوئے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اسلام کا یہ قانون بیان کیا گیا کہ ہدایت کے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں جو بھی حق کو قبول کرے گا عزت اور نجات پائے گا۔

بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلاَ خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلاَ همْ یَحْزَنُوْنَ[12]

کیوں نہیں! جو بھی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بنا دے اور نیکوکار بھی ہو تو اس کا اجر اس کے رب کے ہاں ضرور ملے گا اور انہیں کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غمگیں ہوں گے۔

اس لیے داعی حق کو چاہیے کہ وہ بغیر کسی تفریق کے ہر انسان کو دعوت دے اور ہر کسی کو اسلام کی طرف بلائے۔

8۔ القرآن، ۲۵:۱۔

9۔ القرآن، ۲۱:۱۰۷۔

10۔ القرآن، ۸:۱۵۷۔

11۔ ابو بکر محمد بن حسین بن عبد اللہ الآجری، **الشریعۃ** (لاہور: پروگریسو بکس، 2018ء)، رقم: ۹۹۵، ۳:۱۴۷۳۔

12۔ القرآن، ۲:۱۱۲۔

۲۔امت مسلمہ امت دعوت

اسلام نے فریضہ دعوت کو کسی مخصوص خاندان، قبیلے یا گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں کیا بلکہ حسب استطاعت پوری امت کو اس کا مکلف ٹھہرایا ہے اسلام ہندومت کی طرح یہ نہیں کہتا ہے کہ وید صرف برہمن پڑھ سکتا ہے شودر نہیں، شودر کا تو وید سننا بھی جرم ہے بلکہ اسلام امت مسلمہ کے ہر فرد کو یہ فریضہ سونپتا ہے کہ وہ اپنی استطاعت اور ہمت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھے بھی اور لوگوں کو اس کی طرف بلائے بھی۔

دراصل امت مسلمہ ہے ہی امت دعوت۔ اسے ہم یوں سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں تک اپنا دین پہنچانے کے لیے انبیاءؑ ورسلؑ کا ایک سلسلہ شروع فرمایا۔ تمام انبیاءؑ ورسلؑ لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا دین پہنچاتے رہے تاکہ کوئی قیامت کے دن یوں نہ کہہ سکے کہ مجھ تک تو اللہ تعالیٰ کا دین پہنچا ہی نہیں تھا اور لوگوں پر حجت تمام ہو جائے۔

> رُسُلاً مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلاَّ یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللهِ حُجَّةٌ م بَعْدَ الرُّسُلِ[13]
>
> سب رسول بشارت دینے والے اور ڈر سنانے والے تھے تاکہ ان رسولوں کے آنے کے بعد کوئی حجت باقی نہ رہے۔

نبوت ورسالت کا یہ سلسلہ حضور سید عالم ﷺ کی ذات گرامی پر ختم ہو گیا۔ تو سوال یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کے وصال کے بعد کسی نبی یا رسول نے تو آنا نہیں ہے تو اب لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا دین کون پہنچائے گا؟ تو قرآن وسنت کی تعلیمات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ رسول کریم ﷺ کے وصال کے بعد لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا دین پہنچانا امت سملمہ کی ذمہ داری ہے اس لیے امت مسلمہ امت دعوت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> وَكَذٰلِکَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا[14]
>
> اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنادیا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاو اور رسول تم پر گواہ ہوں۔

امت وسط اور شہادت علی الناس کے دیگر مطالب کے علاوہ اس کا ایک واضح مطلب یہ بھی ہے کہ انبیاءؑ ورسولؑ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے درمیان واسطہ ہوتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے پیغام لے کر لوگوں تک پہنچاتے تھے رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی پر ختم نبوت کے بعد اس امت کی حیثیت یہ ہے کہ یہ امت رسول کریم ﷺ اور دیگر لوگوں کے درمیان واسطہ ہے۔ پھر رسول کریم ﷺ ان لوگوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہیں یعنی یہ امت دیگر لوگوں اور رسول کریم ﷺ کے واسطہ ہونے کے سبب امت وسط ہے اور امت مسلمہ پر شہادت حق رسول کریم ﷺ نے قائم فرمائی اور دیگر لوگوں پر شہادت حق قائم کرنے کا فریضہ امت مسلمہ نے سرانجام دینا ہے یہ مفہوم ہے اس آیہ کریمہ کا کہ ہم نے تمہیں امت وسط یا درمیانی

---

13 ۔ القرآن، ۴:۱۶۵۔

14 ۔ القرآن، ۲:۱۴۳۔

امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر حق کی گواہی دو اور رسول کریم ﷺ تم پر حق کی گواہی دیں۔ اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں امام طبری لکھتے ہیں:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا هُمْ وَسَطٌ بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ بَيْنَ الأُمَمِ(15)

امت وسط سے مراد یہ ہے کہ یہ امت دیگر گروہوں اور رسول کریم ﷺ کے درمیان واسطہ ہے۔

اس طرح پوری امت مسلمہ ہی امت دعوت ہے رسول کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں یہ بھی ارشاد فرمایا:

بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً (16)

میری طرف سے دین آگے پہنچاؤ اگرچہ کسی کے پاس ایک آیت کا علم ہی کیوں نہ ہو۔

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا:

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ (17)

جو یہاں موجود ہے وہ میرا پیغام ہر اس شخص تک پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں ہے۔

اس سے واضح ہے کہ پوری امت مسلمہ امت دعوت ہے اور اس کے ہر فرد کو اپنی اپنی استطاعت کے مطابق کار دعوت میں شریک ہونا چاہیے اور یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ امت مسلمہ کا ہر فرد علامہ یا دین کا عالم نہیں ہوتا اور دعوت و ارشاد کی باریکیوں کو بھی نہیں سمجھتا تو سوال یہ ہے کہ پھر وہ کار دعوت میں کیسے شریک ہوگا اور یہ فریضہ کس طرح سرانجام دے گا؟

تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ امت مسلمہ کو اجتماعی طور پر یہ فریضہ سرانجام دینا ہے۔ جیسے ایک گاڑی اسی وقت چلتی ہے جب اس کا ہر پرزہ اپنی سطح پر کام کرتا ہے اسی طرح امت مسلمہ اس فریضہ دعوت و ارشاد سے اسی حالت میں سبکدوش ہو سکتی ہے کہ یہ اجتماعی طور پر یہ فریضہ سرانجام دیں۔ اور ہر فرد اپنی جگہ پر اپنی خدمات پیش کرے جن کے پاس علم ہے وہ اپنا علم کار دعوت میں صرف کریں۔ جن کے پاس پیسہ ہے پیسہ لگائیں جن کے پاس علوم قدیمہ ہیں وہ ان کی بنیاد پر کار دعوت سرانجام دیں۔ جن کے پاس علوم جدیدہ ہیں وہ اپنی خدمات پیش کریں اور جدید ٹیکنالوجی سے اللہ کا دین ہر اس بندے تک پہنچائیں۔ جن تک دین نہیں پہنچا۔ یا جن تک مستشرقین نے خود ساختہ دین اسلام کے نام پر پہنچایا ہے۔ اصل بات احساس ذمہ داری ہے کہ امت کا ہر فرد یہ احساس کرے کہ میں نے فریضہ دعوت میں اپنی خدمات پیش کرنی ہیں ورنہ قیامت

---

15 ۔ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری، **جامع البیان عن تأویل آي القرآن المعروف بہ تفسیر طبری** (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن)، ۱:۱: ۸۳۳۔

16 ۔ ابو عیسیٰ محمد بن سورہ بن شداد ترمذی (م۲۷۹ھ)، **سنن الترمذی**، ماجاء فی الحدیث، (بیروت: دار الغرب الاسلامی، س ن) رقم: ۲۶۶۹، ۲: ۱۷۶۔

17 ۔ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بخاری، **صحیح البخاری** (بیروت: دار طوق النجاۃ)، رقم: ۱۷۳۹، ۲: ۱۷۶۔

کے دن مجھے اس کا جواب دینا ہو گا کہ تو نے اللہ کا دین لوگوں تک پہنچانے میں کتنا حصّہ ڈالا تھا؟ کیونکہ یہ پوری امت امت دعوت ہے۔

اس امت کا تو تشخص ہی امر بالمعروف ونھی عن المنکر ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ[18]

تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی اصلاح وہدایت) کے لیے پیدا کی گئی ہے تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

سب سے بڑی نیکی اسلام ہے اور سب سے بڑی برائی کفر ہے یہ امت مسلمہ کا فرئضہ ہے کہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور انہیں برائی سے روکے اور امت کا ہر فرد اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس کا مکلف ہے یہ اسلامی قانون دعوت وارشاد کی دوسری شق ہے اور اسلامی تصور دعوت وارشاد کا دوسرا کلیدی نکتہ ہے۔

۳۔ دعوت وارشاد کا مقصود اصلی

قرآن وسنت کی تصریحات سے یہ حقیقت آخری حد تک واضح ہے کہ دعوت وارشاد کا مقصود اصلی اور منتہی و مآل صرف اور صرف لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا اور انہیں بندگی الٰہی کا درس دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء ورسل صرف اور صرف اسی لیے تشریف لائے تھے کہ لوگوں کو عبادت الٰہی کی طرف بلائیں اور ان کا ٹوٹا ہوا رشتہ اپنے رب سے بحال کر دیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلاً اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَج فَمِنْهُمْ مَّنْ ہَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ[19]

اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا (تاکہ وہ انہیں کہتے) کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاقت سے بچو پھر کچھ لوگ ایسے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی اور کچھ ایسے تھے جن پر گمراہی ثابت ہو گئی۔

اس سے واضح ہے کہ تمام انبیاء ورسول علیہم السلام صرف اس لیے تشریف لائے تھے کہ وہ لوگوں کو بندگی الٰہی کا درس دیں۔ تو جس نے ان کی دعوت کو قبول کر لیا وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان کی دعوت کو قبول نہ کیا اس پر گمراہی مسلط کر دی گئی۔

دعوت وارشاد کا مقصود لوگوں کو تاریخی واقعات میں الجھانا، لفظوں کے ہیر پھیر میں ڈال دینا اور فروعی مسائل میں الجھا دینا نہیں ہے۔ ایسی ڈگر پر چلنے والا دعوت وارشاد کی روح سے غافل اور لوگوں کو حقیقت سے دور رکھنے کے جرم کا مرتکب ہے۔ داعی کا کام لوگوں کو تاریخی واقعات، فروعی مسائل اور لفظوں کے ہیر پھیر میں الجھانا نہیں ہے بلکہ انہیں عبادت الٰہی کا درس دینا اور ان میں اپنے رب کی بندگی کا

---

18 ۔ القرآن،۳:۱۱۰۔

19 ۔ القرآن،۱۶:۳۶۔

جذبہ پیدا کرنا ہر داعی اور مبلغ کو یہی حکم دیا گیا کہ ادع الی سبیل ربک[20] کہ لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ۔

قرآن مجید سے واضح فرمادیا گیا ہے کہ فہم دین کا مقصود ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے عذاب سے آگاہ کرنا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَوْلاَ نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ[21]

تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ہر جماعت کے کچھ لوگ دین سمجھنے کے لیے نکلتے تاکہ جب وہ ان کی طرف واپس جاتے تو وہ اپنی قوم کو (عذاب الٰہی سے) ڈراتے۔ اس طرح شاید وہ برے کاموں سے بچے رہتے۔

جب لفظی موشگافیوں، احساس تفاخر اور مستحبات و مباحات کے مباحث کو ہی دعوت وارشاد کا نام دیا جانے لگے تو پھر قوم کا روح دین سے غافل ہونا اور خواہشات و مفاد پرستی میں پڑنا کوئی باعث تعجب چیز نہیں رہتا۔

ان حالات میں قوموں کی بے عملی اور حقیقت دین سے دوری کا ایک بڑا سبب وہ مذہبی رہنما بنتے ہیں جو دعوت وارشاد کے نام گروہ پرستی، احساس تفاخر اور تاریخ وفروعی مسائل کو ہی دین سمجھنے کی فضا پیدا کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں لوگوں کا وقت، وسائل اور جان تک انہیں چیزوں میں صرف ہو جاتے ہیں لیکن درحقیقت ان کی اخلاقیات، ان کے معاملے اور ان کی دینی روح کمزور سے کمزور تر ہوتی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کی حرام خوری، بے عملی اور ان کے بگاڑ کا بڑا سبب ان کے ایسے علماء ومشائخ کو ہی قرار دیا تھا جو انہیں گروہی تفاخر، احساس برتری اور فروعی مسائل کو دین سمجھنے کی نفسیات میں ہی الجھائے رکھتے تھے۔ قرآن مجید کی یہ آیات طیبات ملاحظہ ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ لَوْلاَ يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ[22]

آپ ان میں سے اکثر کو دیکھیں گے کہ وہ گناہ اور زیادتی کے کاموں میں اور حرام خوری میں تگ ودو کرتے پھرتے ہیں۔ جو کام یہ کر رہے ہیں بہت برے ہیں۔ ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ پر زبان کھولنے اور حرام خوری سے کیوں نہیں روکتے؟ بہت برا ہے جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔

ان آیات طیبات سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ دعوت وارشاد کا مقصود کیا ہے اور قوم کو گناہ و سرکشی اور بے رہروی سے بچانے میں علماء ومشائخ کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔ اور اپنے اس فرض منصبی کو ادا نہ کرنے سے انہیں بارگاہ الٰہی میں کسی جوابدہی کا سامنا کرنا ہوگا! سیدنا ابن عباسؓ ان آیات طیبات کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔

مَا فِي الْقُرْآنِ آيَةٌ أَشَدُّ تَوْبِيخًا مِنْ هَذِهِ الْآيَةِ[23]

---

20 ۔ القرآن،۱۶: ۱۲۵۔

21 ۔ القرآن،۹: ۱۲۲۔

22 ۔ القرآن: ۶۲/۶۳۔

قرآن مجید میں کوئی اور ایسی آیت نہیں ہے جو اس آیت سے زیادہ (علماء و مشائخ کو) کو زجر و توبیخ کرنے والی ہو۔

ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِرُكُوبِهِمُ الْمَعَاصِيَ وَلَمْ يَنْهَهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ، فَلَمَّا تَمَادَوْا فِي الْمَعَاصِي أَخَذَتْهُمُ الْعُقُوبَاتُ. فَأْمُرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ بِكُمْ مِثْلُ الَّذِي نَزَلَ بِهِمْ. وَاعْلَمُوا أَنَّ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ لَا يَقْطَعُ رِزْقًا وَلَا يُقَرِّبُ أَجَلًا. (24)

اے لوگو! تم سے پہلے لوگ گناہوں کے مرتکب ہونے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے اور انہیں ان کے علماء و مشائخ نے منع نہیں کیا تھا۔ تو جب وہ گناہوں پر ڈٹ گئے تو عذاب الٰہی نے انہیں اپنے شکنجہ میں کس لیا۔ تو نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو قبل اس کے کہ تم پر بھی انہیں کی مثل عذاب نازل ہو جائے اور جان لو کہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا روزی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا اور نہ ہی اس سے موت جلدی آتی ہے۔

اس سے واضح ہے کہ دعوت و ارشاد کا مقصود اصلی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا، انہیں نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، خیر اپنانے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں کے نزول اور شرّ اختیار کرنے پر انہیں عذاب الٰہی سے آگاہ کرنا ہے۔ لیکن اگر علماء و مشائخ اس غایت اولیٰ کو ہی چھوڑ دیں۔ ان کی پوری جدوجہد کا محور اپنی ذات کو منوانا، اپنے مفادات کا حصول، اپنی علمی فوقیت ثابت کرنا اور لوگوں کو لفظی مباحث، نزاعی معاملات اور فروعی مسائل میں الجھا دینا ہی قرار پایا ہو تو پھر قوم کی بے عملی اور حقیقت دین سے دوری کوئی باعث تعجب چیز نہیں ہے۔

ذرا ٹھنڈے دل اور گہرے شعور کے ساتھ علماء و مشائخ کی کاوشوں اور ان کی جدوجہد کے رخ اور محور پر غور کیجئے کیا ایسا تو نہیں کہ ان میں سے اکثر اپنی ذات منوانے، اپنے مفادات حاصل کرنے اور لوگوں کو اپنا ہی وفادار بنانے میں مگن ہوں اور اہل علم کا حال یہ ہو کہ وہ لفظی موشگافیوں، تاریخی و فروعی مسائل اور ایک دوسرے کو ہی نیچا دکھانے میں مگن ہوں۔ اگر صورت حال ایسے ہی ہے تو یہ سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے دین لفظی موشگافیوں اور تاریخی نزاع کا نام نہیں ہے بلکہ دین وہ ہے جسے صحابہ کرامؓ و اہل بیت عظامؓ نے قبول کیا تھا اور جو آیہ تکمیل دین کے وقت مکمل ہو چکا تھا ہر چیز کی ایک اہمیت تو ضرور ہوتی ہے اور مجموعی دین میں اس کی کوئی حیثیت بھی ہوتی ہے لیکن دعوت و ارشاد کی ترجیح اوّل تو وہی دین آگے پہچانا ہے جو تکمیل دین کی آیہ کریمہ کے نزول کے وقت مکمل ہو چکا تھا۔ جس پر صحابہ کرامؓ و اہل بیت عظامؓ عمل کرتے تھے۔ دعوت و ارشاد کا اصل دائرہ اسی دین کو بندوں تک پہنچانا ہے۔

صلیبی جنگوں میں جب صلاح الدین ایوبی کو بتایا گیا کہ مقابل عیسائی لشکر کے امراء شراب و کباب میں مست ہیں اور ان کے علماء اس چیز میں بحث کر رہے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰؑ کو آسمانوں پر اٹھایا گیا تو

---

23 ۔ عماد الدین، **تفسیر ابن کثیر** (القاہرہ: دار الحدیث،)، ۱:۱۷۔

24 ۔ **ابن کثیر**، نفس مصدر، ۱:۱۷۔

انہوں نے گندم کی روٹی کھائی تھی یا جو کی۔ تو صلاح الدین ایوبی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ان پر حملہ کر دو جس قوم کے امراء عیش پسند ہو جائیں اور علماء فروعی مسائل میں الجھ جائیں دنیا کی کوئی طاقت اسے ذلت و شکست سے نہیں بچاسکتی۔

سوشل میڈیا کا دور ہے ان گنت مباحث اور مناظرے چل رہے ہیں ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرنا کہ ان مباحث اور مناظرے چل رہے ہیں ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرنا کہ ان مباحث اور مناظروں کا محور تکمیل دین کی آیت کے نزول سے پہلے والے دین ہے یا لفظی گورکھ دھندے، سند پر کھے بغیر تاریخی مباحث اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کا دعوت وارشاد سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں۔ یہ بھی ایک حظ نفس ہے اور ایک نشہ ہے جو چڑھا ہی جارہا ہے۔ اس ڈگر پر چلنے والے لوگ کسی بھی روپ میں ہوں اور کوئی بھی حلیہ اپنائے ہوئے ہوں۔ سب قوم کے بھی مجرم ہیں۔

دعوت وارشاد کا مقصود اصلی اور اس کی غایت اولی تو صرف لوگ کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا، دین اسلام کی طرف دعوت دینا، انہیں محرومی کا حکم دینا اور منکر سے روکنا ہے۔

۴۔ منہج دعوت وارشاد کے اصول ومبادی

اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک داعی حق کا منصب لوگوں کو لاجواب کرنا، ان پر اپنے علم وفضل کی دھاک بٹھانا اور انہیں کسی احساس کمتری میں مبتلا کرنا نہیں ہے کسی شخص کو لاجواب کرنا مشکل نہیں ہوتا اسے قائل کرنا مشکل ہوتا ہے اسی لیے ایک داعی کا اصل کام لوگوں کو لاجواب کرنا نہیں ہے بلکہ انہیں قائل کرنا ہے۔ جیسے ایک طبیب کا مقصود مریض کا علاج کرنا ہوتا ہے۔ وہ اس کے مرض کو بھی سمجھتا ہے اور اس کی نفسیات کو بھی اگر مریض کوئی نامناسب بات بھی کرے تو ایک اچھا طبیب اس کی بات کا برا نہیں مناتا بلکہ اس کے علاج میں مگن رہتا ہے اسی طرح ایک داعی حق کا معاملہ ہے وہ بھی اپنے مدعو کو دعوت حق دینے میں مگن رہتا ہے اگرچہ مدعو کی طرف سے اسے ناپسندیدہ رویوں کا ہی سامنا کرنا پڑے۔

قرآن وسنت میں وہ راستے طے کر دیئے گئے ہیں جن پر گامزن ہو کے ایک داعی نے فریضہ دعوت و ارشاد سر انجام دیتا ہے اور وہ اسالیب واضح کر دیئے گئے جنہیں اپنا کر ایک داعی فریضہ دعوت و وارشاد کی ادائیگی میں سرخرو ہو سکتا ہے۔ منہج دعوت کے اصول و مبادی ان آیات طیبات میں ایجاد کے مکمل حسن وجمال سے کمال جامعیت اور کاملیت سے بیان کر دیئے گئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْہُمْ بِالَّتِیْ ہِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ ہوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھوَ اَعْلَمُ بِالْمُہْتَدِیْنَ۔ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِہٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَھُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ[25]

آپ لوگوں کو حکمت، موعظہ حسنہ سے اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دیں اور ان سے بہترین طریقے سے مباحثہ کریں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک چکا ہے وہ ہدایت

25 ۔ القرآن،۱۶: ۱۲۵، ۱۲۶۔

پر چلنے والوں سے بھی خوب آگاہ ہے۔ اور اگر تمہیں بدلہ لینا ہو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تم سے زیادتی ہوئی۔ اور اگر تم صبر کرو تو اہل صبر کے لیے یہی بہترین بات ہے۔

یہاں سب سے پہلی بات یہ واضح فرمائی کہ حکمت اور موعظہ حسنہ سے اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلانا ہے اور اگر مباحثہ تک نوبت پہنچے تو مباحثہ کا مقصود بھی لاجواب کرنا نہیں بلکہ حق واضح کرنا ہو مدعا کی یہی بلندی مباحثہ کو اعلیٰ اخلاقیات کا پابند کرے گی۔ حکمت، موعظہ حسنہ اور جلال احسن، یہ اسلوب دعوت کی تین بنیادیں ہیں۔ حکمت سے مراد بات کو مدلل انداز سے پیش کرنا، موعظہ حسنہ سے مراد سوز دروں سے انہیں سمجھانا اور جلال احسن سے مراد موئثر انداز میں ان کے شبہات کا ازالہ کرنا ہے۔ یہی ایک فطرتی اسلوب ہے کہ پہلے مدلل انداز میں حق واضح کیا جائے پھر سوز دروں سے اسے نصیحت کی جائے اور پھر اس کے شبہات کا ازالہ کیا جائے متکلمین کے نزدیک ان میں سے پہلی چیز کو برہانیات، دوسری کو خطابیات اور تیسری کو جدلیات کہا جاتا ہے۔ پھر یہ واضح فرمادیا کہ ان کی طرف سے اگر کوئی نازیبا بات بھی ہو تو اس کا بھی برا نہیں منانا۔ بلکہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر کسی کے احوال سے خوب واقف ہے۔ پھر یہ واضح فرمادیا کہ اگر نوبت بدلہ لینے تک بھی آجائے تو اس کی اجازت تو ہے لیکن اس میں بھی حق سے انحراف نہیں کرنا چاہیے اور اگر بدلہ نہ لیا جائے بلکہ طاقت پانے کے باوجود معاف کر دیا جائے تو یہ بہت بہتر ہے اور یہی اہل استقامت کے شایان شان ہے اور ان آیات میں یہ چیز بھی واضح فرمادی گئی کہ دعوت وارشاد کا مقصود صرف اور صرف راہِ خدا کی طرف بلانا ہے گروہی تفاخر، لفظی مباحث اور تاریخی تنازعات مقصود دعوت نہیں ہیں ایسا اسلوب اختیار کرنا تو روح دعوت وارشاد سے غداری ہے۔

اور پھر قرآن مجید میں یہ بھی واضح فرمایا گیا کہ ایک داعی کو چاہیے کہ وہ سختی کی بجائے نرمی کا طریقہ اپنائے اور اپنے غصے کو کسی بھی حال میں راہِ دعوت میں حائل نہ ہونے دے۔ نرمی کا طریقہ اپنانا صرف دعوت و ارشاد میں ہی نہیں زندگی کے ہر قدم پر فلاح و کامرانی حاصل کرنے کا طریقہ ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا :

إِنَّ اللَّهَ يُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ [26]

بے شک اللہ تعالیٰ جو کچھ نرمی سے دے دیتا ہے وہ سختی سے نہیں دیتا۔

ارباب دانش کہتے ہیں کہ غصہ تو اعتماد میں کمی کا نام ہے۔ ایک داعی پر لازم ہے کہ وہ دعوت وارشاد میں نرمی کا راستہ اپنائے سختی کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو فرعون کی طرف بھیجا تو انہیں فرمایا:

اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى [27]

تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے تو اسے نرم بات کہنا شاید وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔

---

26 ۔ ابو بکر احمد بن الحسین بیہقی، **شعب الایمان للبیہقی**، فصل فی الحلم (بیروت: دار الکتب العلمیۃ)، رقم: ۸۴۱۴۷، ۳۳۵:۶۔

27 ۔ القرآن، ۲۰: ۴۳، ۴۴۔

اس سے یہ بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ دعوت وارشاد میں نرمی اور ملاطفت کی کیا قدر و قیمت اور اہمیت ہے کہ فرعون سے بڑا سرکش اور باغی اور کون ہو سکتا تھا لیکن اسے دعوت دیتے وقت بھی نرمی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور پھر اس کی وجہ بھی بیان کی گئی کہ اس طرح شاید وہ نصیحت پکڑے یا عذاب الٰہی سے ڈر جائے۔ کیونکہ ہدایت پانے کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور دل کبھی بھی سختی سے فتح نہیں ہوتے۔

انسان کو اپنی ہر چیز ی بہت محبوب ہوتی ہے اور اس کے لیے اپنی کسی بھی چیز کی قربانی مشکل ہوتی ہے لیکن انسان کو اپنی رائے اور اپنے فیصلے سب سے بڑھ کر محبوب ہوتے ہیں اور اس کے لیے اپنی رائے کو قربان کرنا سب سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ انسان اپنی رائے قربانی کر کے کسی کی رائے صرف اور صرف اسی وقت مانتا ہے جب اس کا اخلاق اور کردار اس کے دل کو فتح کر لیتے ہیں اور دل محبت اور نرمی سے فتح ہوتے ہیں۔ سختی اور شدت سے نہیں۔ اسی لیے نرمی اور ملاطفت کو دعوت وارشاد کا حسن قرار دیا گیا اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کہا گیا کہ تم نے فرعون کو دعوت دیتے ہوئے بھی نرمی کرنی ہے یہ طرز عمل ہر داعی کے لیے خضر راہ ہے۔

اسی طرح انسانی جبلت ہے کہ وہ آسانی سے خوش ہوتا ہے اور اپنی ذات کا فائدہ اس کے دل کو محبوب بنا دیا گیا ہے اسی لیے دعوت وارشاد کے لیے بھی اس چیز کا حکم دیا گیا کہ دعوت وارشاد میں دین کی آسانی کو زیادہ نمایاں کرنا ہے اور لوگوں کو رحمت الٰہی کی زیادہ امید دلانی ہے کیونکہ انسانی دل محبت اور پیار کے انداز سے زائد فتح ہیں۔ جب رسول کریم ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذ ابن جبل کو یمن کی طرف داعی اور مبلغ بنا کر بھیجا تو انہیں فرمایا:

يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا (28)

دین کو آسان بتا کر پیش کرنا اور مشکل بنا کے پیش نہ کرنا اور لوگوں کو بشارت دینا اور انہیں نفرت نہ دلانا۔

اس میں کوئی تکلف یا تصنع نہیں ہے بلکہ دین اپنی اصل کے اعتبار سے بہت آسان، بہت شادہ اور فطرت انسانی کے عین مطابق ہے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے داعی و مبلغ کو چاہیے کہ وہ دین کے انہیں پہلوئوں کو زیادہ نمایاں کرے تاکہ لوگوں کے دل دین کی طرف مائل ہوں اور رحمت الٰہی کی امید انہیں کسی صورت مایوس نہ ہونے دے۔

ایک داعی پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ دعوت دیتے ہوئے تدریج کو ملحوظ خاطر رکھے اگر کوئی فرائض کا بھی تاریک ہے اور مستحبات کا بھی۔ تو پہلے سے فرائض کا پابند کرے وقت آنے پر وہ فرائض کی برکت سے مستحبات کا اپنے آپ پابند ہو جائے گا اور حرام چیزوں سے اسے بچانے کے لیے اپنی پوری توجہات کا مرکز بنائے پھر وہ مکروہات سے خود بخود بچ جائے گا کسی بندے پر یکدم اس طرح دین پیش کرنا کہ اس کے دل میں دین کے لیے مزید دوریاں پیدا ہو جائیں دانش مندی کے بھی خلاف ہے اور روح دین کے بھی حضرت عائشہؓ

28 ۔ محمد بن حبان بن معاذ بن معبد التميمي، **صحیح لابن حبان** (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، س ن)، رقم: ۵۳۷۶، ۱۲: ۱۹۶۔

نے دین کا مزاج واضح کرتے ہوئے یہی حقیقت واضح فرمائی تھی کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں فکر آخرت پیدا کی۔ جب ان کے دلوں میں یہ بات پختہ ہو گئی کہ ایک دن ہم نے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ تو اس وقت انہیں دیگر احکامات دیئے گئے یہ حکمت تدریج ہر داعی کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

اسی طرح انسان اپنی عقل کو جھٹلا نہیں سکتا۔ عقل ہر حقیقت کا ادراک کرنے سے تو واقعی قاصر ہے لیکن جو چیز انسان کی عقل میں آ جائے انسان اسے تسلیم بھی کر لیتا ہے اس لیے ایک داعی پر لازم ہے کہ وہ دعوت وارشاد کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے دین کے عقلی اور درایتی پہلو کو ضرور نمایاں کرے کیونکہ ایک عام انسان کے لیے سب سے بڑی دلیل اس کی عقل ہی ہوتی ہے اور دین نے دعوتی بنیادوں میں عقل کو بھی ایک غیر معمولی حیثیت دی ہے: انبیاء کرامؑ نے لوگوں کو دعوت حق دیتے ہوئے فرمایا :

اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (29)

کیا اس اللہ کے متعلق شک ہے جو زمین و آسمان کا خالق ہے

ایک مقام پر فرمایا:

اَفَلاَ یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰن(30)

یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے۔

اور دین کی تو بنیاد ہی دلیل پر رکھی گئی ہے ارشاد ہوا۔

لِّیَہْلِکَ مَنْ ہَلَکَ عَنْمبَیِّنَۃٍ وَّیَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْ م بَیِّنَۃ(31)

تاکہ جسے ہلاک ہونا ہو وہ دلیل کی بنیاد پر ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہو وہ دلیل کی بنیاد پر زندہ رہے۔

اگر ان اصولوں کو خضر راہ بنایا جائے تو اللہ تعالیٰ فریضہ دعوت وارشاد کی ادائیگی میں کامیابیوں اور کامرانیوں سے ضرور نوازتا ہے۔

داعی و مبلغ کا دائرہ کار

اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے کہ وہ کسی بھی انسان کو وہ حکم نہیں دیتا جسے بجالانا اس کی طاقت سے باہر ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لاَ یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلاَّ وُسْعَہَا(32)

اللہ تعالیٰ کسی بھی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا۔

اور یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہیں دلوں کو پھیرنا انسانی استطاعت سے باہر ہے۔ اسی لیے رسول کریم ﷺ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگا کرتے تھے:

يَا مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ، صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ (33)

---

29 ۔ القرآن، ۱۴: ۱۰۔

30 ۔ القرآن، ۴: ۸۲۔

31 ۔ القرآن، ۸: ۴۲۔

32 ۔ القرآن، البقرہ: ۲۸۶

اے دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی بندگی کی طرف پھیر دے۔

چونکہ ہدایت کا تعلق دل پھرنے کے ساتھ ہے اور دلوں کو پھیرنا انسانی استطاعت سے باہر ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے کسی بھی داعی اور مبلغ کو اس چیز کا پابند نہیں کیا کہ تم نے لازمی طور پر لوگوں کو مسلمان کرنا ہے بلکہ ایک داعی اور مبلغ کا فرض منصبی اور دائرہ کار صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ لوگوں کو حق کو طرف بلانے میں اپنی طرف سے کوئی کمی نہ چھوڑے۔ ایک داعی کا اجر اس چیز پر موقوف نہیں ہے کہ اس نے کتنے لوگوں کو حق کی طرف موڑا ہے اور کتنے لوگوں نے اس کی دعوت پر حق قبول کیا ہے بلکہ اس کا اجر اس چیز پر موقوف ہے کہ اس نے لوگوں کو حق کی طرف بلانے میں اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے یا نہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچانے کے لیے اپنی طرف سے پوری کوشش کر دے تو لوگ مان جائیں تو وہ پھر بھی کامیاب ہے اور اگر لوگ نہ مانیں تو پھر بھی کامیاب ہے۔

عام داعی تو عام داعی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرامؑ کو بھی یہ فریضہ نہیں سونپا تھا کہ تم نے لازمی طور پر لوگوں کو مسلمان کرنا ہے بلکہ انبیاء کرام کا فرض منصبی بھی صرف اور صرف یہ تھا کہ تم نے لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلاَّ الْبَلٰغُ الْمُبِيْن[34]

اور رسولوں پر تو صرف ذمہ داری تھی کہ وہ واضح طور پر پیغام پہنچا دیں۔

اللہ تعالیٰ کے بہت سے رسول ایسے تھے جنہوں نے پوری زندگی لوگوں کو حق کی طرف دعوت دی اور اس میں تو کوئی کلام نہیں کہ ہر رسول اخلاص وللہیت کا پیکر تمام ہوتا تھا اس کے باوجود بہت سے رسولوں پر گنتی کے چند افراد ایمان لائے اور بعض پر کوئی بھی ایمان نہیں لایا تو اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ رسل عظامؑ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہے تمام انبیاء ورسل کا فرض منصبی صرف اور صرف یہ تھا کہ وہ لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیں اور تمام رسولوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اس طرح پہنچا دیا جیسے پہنچانا چاہیے تھا نہ کوئی جبر و تشدد ان کی راہ میں رکاوٹ بن سکا اور نہ ہی کوئی لالچ ان کا راستہ روک سکا۔ اس لیے ہر رسول اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہوا گرچہ ان پر جتنے بھی کم لوگ ایمان لائے یا کوئی بھی ایمان نہیں لائے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول لوگوں کو یہی کہتے تھے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ [35]

اور ہمارا فرض منصبی تو صرف واضح طور پر پیغام پہنچا دینا ہے۔

اس سے ہر داعی اور مبلغ پر اس کا فرض منصبی اور دائرہ کار خوب واضح ہو جاتا ہے کہ اس کا کام لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا ہے۔ اس میں نہ اس کے عمل میں کوتاہی ہونی چاہیے نہ اخلاص وللہیت میں۔

---

33 ۔ امام ابو بکر احمد بن الحسین بیہقی (م 1066ء)، **الاسماء والصفات للبیہقی** (جدّۃ: المکتبۃ السوادی، س ن)، رقم: ۲۹۸، ۱:۱۷۱۔

34 ۔ القرآن، ۱۶:۳۵۔

35 ۔ القرآن، ۳۶:۱۷۔

لوگوں کو لازمی طور پر حق کی طرف پھیرنا نہیں ہے۔ جب اس نے اپنا یہ فریضہ سرانجام دے دیا تو لوگ اس کی بات مانیں وہ پھر بھی کامیاب ہے نہ مانیں وہ پھر بھی کامیاب ہے۔

ایک داعی و مبلغ کو چاہیے کہ وہ لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچاتا رہے اگر لوگ اس کی بات مان لیں تو سبحان اللہ اور اگر نہ بھی مانیں تو وہ شکستہ دل نہ ہو، ہمت نہ مارے اور اپنے حوصلے پست نہ کرے وہ جد وجہد کا مکلف ہے نتائج کا نہیں۔ اس کا کام اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے لوگوں کے دل پھیرنا نہیں۔ جب اس نے حق کی صدا بلند کر دی تو لوگ مانیں یا نہ مانیں۔ اس کا اجر اس کے رب کے ہاں محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی محنت کرنے والے کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ بس بندہ مومن کا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کو حق کی طرف بلاتا رہے۔ اپنے اس فرض منصبی کو کبھی نہ بھولے۔ وہ پیغام حق دوسروں تک پہنچاتا رہے جتنی اس میں ہمت ہے، جس قدر اس کی طاقت ہے اور جب تک اس میں استطاعت ہے۔

Bibliography

1. Al-Qur'an
2. Abu 'Abdullah Muhammad bin Isma'il bin Ibrahim bin Mughirah al-Bukhari (256 AH), Sahih al-Bukhari (Beirut: Dar Taq al-Najah
3. Abu Bakr Ahmad bin al-Husayn Bayhaqi (1066 CE), al-Asma' wa al-Sifat li Bayhaqi (Jaddah: al-Maktabah al-Sawadiyah, s.n.
4. Abu Bakr Muhammad bin Husayn bin 'Abdullah al-Ajri, al-Shari'ah, Lahore: Progresso Books, 2018
5. Abu 'Isa Muhammad bin Surah bin Shaddad al-Tirmidhi (279 AH), Sunan al-Tirmidhi, Majaa fi al-Hadith (Beirut: Dar al-Gharb al-Islami,
6. Abu Ja'far Muhammad bin Jarir al-Tabari, Jami' al-Bayan 'an Ta'wil Ay al-Qur'an al-Ma'ruf bih Tafsir Tabari (Lahore: Maktabah Rahmaniyah,
7. Ibn Kathir, Isma'il bin 'Umar bin Kathir, 'Imad al-Din, Tafsir Ibn Kathir (Al-Qahira: Dar al-Hadith.
8. Injeel Mati, (Anar Kali, Lahore: Pakistan Bible Society, s.n.
9. Muhammad bin Habban bin Mu'adh bin Ma'bud al-Tamimi, Sahih li Ibn Habban (Beirut: Ma'assat al-Risalah